تعلیم وتعلّم

شیخ محمد بن صالح العُثَیمین☆
ترجمہ: مولانا عبد القوی لقمان

علم کا مصداق، اقسام اور فضائل

والدین اور طلبہ علم کے لئے ایک رہنما تحریر

لغت میں 'علم' جہالت کی ضد ہے، اور اس سے مراد 'کسی چیز کی اصل حقیقت کو مکمل طور پر پالینا' ہے۔ اصطلاح میں بعض علما کے نزدیک 'علم' سے مراد وہ معرفت ہے جو جہالت کی ضد ہے۔ جبکہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ 'علم' اس بات سے بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ مطلب یہ کہ لفظ 'علم' خود اتنا واضح ہے کہ اس کی تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

شرعی علم کی فضیلت

'علم' سے ہماری مراد وہ شرعی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے روشن دلائل اور واضح ہدایت کی صورت میں اپنے پیغمبرﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا وہ علم جو قابل ستائش وتعریف ہے، وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ 'وحی کا علم' ہے۔ اللہ کے نبیﷺ کا ارشاد ہے:

«من یرد الله به خیرا یفقهه في الدین» (صحیح بخاری: ۷۱، ۳۱۱۶، ۷۳۱۲)

''جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔''

اور اللہ کے نبیﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

«إن الانبیاء لم یورّثوا دینارا ولا درهما وإنما ورّثوا العلم فمن أخذه به فقد أخذ بحظ وافر» (سنن ترمذی: ۲۶۸۲)

''بے شک انبیاء علیہم السلام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا، بلکہ اُنہوں نے تو علم (نبوت) کی وراثت چھوڑی ہے، تو جس شخص نے بھی اس (علم نبوت) کو لیا تو اُس نے گویا (دنیا و آخرت کا) وافر حصہ پالیا۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے دوسروں کو اللہ عزوجل کی

☆ بیسیوں کتب کے مصنف سعودی عرب کے مایہ ناز فقیہ و عالم جن کا چند برس قبل انتقال ہوا۔

www.KitaboSunnat.com

شریعتِ طاہرہ کے علم کا ہی وارث بنایا ہے نہ کہ کسی اور کا۔ ایسے ہی ان انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو صنعت اور اس سے متعلقہ دیگر فنون کے علم کا ہرگز وارث نہیں ٹھہرایا، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے موقع پر جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ نزولِ اجلال فرمایا، تو وہاں کے لوگوں کو کھجوروں کی تأبیر (پیوندکاری) کرتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے، اُن کو مشقت میں دیکھتے ہوئے، اس بارے میں بات کی۔ آپ ﷺ کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو اُن لوگوں نے آپ ﷺ کے کہنے پر ایسا ہی کیا اور تلقیح☆ کرنے سے رُک گئے، مگر کھجوروں پر پھل کم آیا۔ اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«أنتم أعلم بأمر دنیاکم»① ''تم اپنی دنیا کے معاملات کو بہتر جانتے ہو۔''

لہٰذا اگر دنیوی معاملات کے بارے میں جاننا، تعریف و توصیف کے لائق ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ان معاملات کو تمام لوگوں سے بڑھ کر جاننے والے ہوتے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں علم و عمل کی بابت سب سے زیادہ قابل تعریف اور ثنا کے لائق ہستی اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔

دیگر علوم کی اِفادیت

تو واضح ہوا کہ شرعی اور دینی علم ہی قابل تعریف ہے اور اسے حاصل کرنے والا یقیناً ستائش و ثنا کا مستحق ہے۔ مگر اس کے باوجود ہمیں دیگر علوم و فنون کے فوائد سے قطعی انکار نہیں اور وہ ذات کی حد تک اس اعتبار سے منفعت بخش ہوں گے کہ ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے دین کی نصرت پر مددگار و معاون ثابت ہوں اور دوسرے یہ کہ اللہ کے بندے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوں، اسی لحاظ سے یہ علوم بھلائی، خیرخواہی اور مصلحت کا سرچشمہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ بعض حالات میں ان علوم میں مہارت اور آگاہی حاصل کرنا تو واجب ہوجاتا ہے بالخصوص جب وہ اللہ جل شانہ کے اس فرمان کے تحت داخل ہوں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾(الانفال:٦٠)

☆ تلقیح یعنی قلم لگانا، نرکھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈال کر پیوندکاری کا عمل کرنا

① صحیح مسلم:٢٣٦٣

www.KitaboSunnat.com

''اور جہاں تک ممکن ہو سکے، کافروں کے مقابلہ کے لئے قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو۔''

اور بہت سے علما نے کہا ہے کہ صنعت وحرفت سے متعلقہ علوم کو جاننا فرضِ کفایہ☆ ہے۔ اور یہ اس لئے کہ کھانے، پینے کے برتن اور دیگر ضرورت کا سامان لوگوں کی ان بنیادی اشیا سے تعلق رکھتا ہے جن پر ان کی زندگی کا انحصار ہے۔ اگر کوئی شخص بھی ان چیزوں کی تیاری کے لئے کارخانہ وغیرہ نہ لگائے، تو ایسی صورت میں ان کا سیکھنا 'فرض عین' بھی ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ مسئلہ اہل علم کے مابین مختلف فیہ ہے۔

بہرصورت ہم یہی کہیں گے کہ قابل ستائش اور افضل ترین 'شرعی علم' ہی ہے جو اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو سیکھنا ہے اور اس کے علاوہ دیگر علوم وہ یا تو خیر وبرکت اور بھلائی کے کاموں کا ذریعہ ہیں اور یا پھر شر وفساد کو جنم دینے کا 'وسیلہ'۔ سو اُن کا حکم اُن اُمور کے مطابق ہوگا جنہیں اُٹھانے اور ظاہر کرنے کا یہ ذریعہ بنے ہیں۔

علم کے فضائل

اللہ جل شانہ نے علم اور اہل علم دونوں کی تعریف فرمائی ہے اور اپنے بندوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بعینہٖ سنتِ طاہرہ میں بھی طلبِ علم کی جابجا تلقین کی گئی ہے۔ لہٰذا علم کا حصول، نیک اعمال میں سے افضل ترین عمل اور نفلی عبادات میں افضل ترین عبادت ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ عزوجل کے دین کو قائم اور نافذ کرنے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں:

① علم اور دلیل ② لڑائی اور اسلحہ

اقامتِ دین کے لئے یہ دونوں چیزیں ازبس ضروری ہیں۔ ان دونوں کے سوا دین کا غلبہ ناممکن ہے، اور ان دونوں میں سے پہلی چیز دوسری پر مقدم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی کسی قوم پر ان کو اللہ عزوجل کے دین کی طرف دعوت دیے بغیر شب خون نہیں مارا۔ گویا اس اعتبار سے علم قتال (اللہ کی خاطر لڑائی لڑنے) پر سبقت لے گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

☆ جو شرعی حکم ایک یا چند اشخاص کے بجالانے سے معاشرے کے دیگر افراد سے ساقط ہو جائے، فرض کفایہ کہلاتا ہے، جیسے نماز جنازہ میں شرکت وغیرہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْضَرُ الآخِرَةَ وَ يَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾

''کیا (ایسا شخص بہتر ہے) یا وہ شخص جو مطیع فرمان ہے، رات کے اوقات کو قیام اور سجدہ میں عبادت کرتے گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کا اُمیدوار ہے۔'' (الزمر:۹)

اس آیت میں مذکور 'استفہام' کے مدمقابل ایک 'استفہام' کا ہونا ضروری ہے، تب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص جو رات کے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے حضور قیام اور سجدہ میں گزارتا، آخرت سے ڈرتا اور اپنے ربّ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہو اور وہ شخص جو کبر و نخوت سے بھرا ہوا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والا ہو، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

تو استفہامِ مذکور کا جواب یہ ہے کہ یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے، لہٰذا قرآنی سیاق وسباق میں مدمقابل کا استفہام معلوم ہونے کی بنا پر اسے ذکر نہیں کیا گیا......

یہاں سوال یہ ہے کہ یہ مذکورہ عبادت گزار شخص جو رات کے اوقات کو قیام اور سجدے میں گزارتا، آخرت کے حساب و کتاب سے ڈرتا، اور ساتھ ہی اللہ عزوجل سے اجر و ثواب کی اُمید بھی رکھتا ہے، تو آیا اس کا یہ سارا عمل علم کی بنیاد پر ہے یا جہالت پر؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ علم اور بصیرت کی بنیاد پر ایسا کرتا ہے، اسی لئے تو آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الاَلْبَابِ﴾ (الزمر:۹)

''اے پیغمبرؐ! آپ ان سے پوچھئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟'' مگر ان باتوں سے سبق تو وہی حاصل کر سکتے ہیں جو اہل عقل و خرد ہوں۔''

جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہو سکتے بالکل ایسے، جیسے زندہ اور مُردہ، سننے والا اور بہرہ، دیکھنے والا اور اندھا، کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ علم ایک روشنی ہے جس سے انسان سیدھی راہ پاتا اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر نورِ ایمان کی طرف گامزن ہوتا ہے، اس علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے، سربلند کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلہ:۱۱)

www.KitaboSunnat.com

''تم میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے، اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند کرے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ ہم اہل علم کو ہی قابل ستائش پاتے ہیں، اور جب بھی ان کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے ، لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ تو ہوا اُن کا اس دنیا میں بلند مقام اور مرتبہ، جبکہ آخرت میں وہ اللہ کے دین کی طرف دعوت وارشاد اور نیک اعمال کے مطابق بلند مراتب سے بہرہ ور ہوں گے۔

یقیناً حقیقی عبادت گزار بندہ وہ ہے جو شعور رکھتے ہوئے علم وآگہی سے اس حال میں اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہے کہ حق بات اس سے چہار سو پھیلتی جاتی ہے اور یہی اللہ کے نبی ﷺ کا طریقۂ بندگی تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف:۱۰۸)

''(اے پیغمبرؐ) آپ ان سے کہہ دیجئے! میرا راستہ یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی اس راہ کو پوری روشنی میں دیکھ رہا ہوں اور میرے پیروکار بھی (اسی راہ پر گامزن ہیں) اللہ پاک ہے، اور مشرکوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔''

لہٰذا وہ انسان جو جانتے بوجھتے اور یہ شعور رکھتے ہوئے پاک اور صاف ہوتا ہے کہ وہ ایک شرعی کام کو شرعی طریقے کے مطابق انجام دے رہا ہے، کیا یہ اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو یہی پاکیزگیٔ علم وعمل محض روایتی طور پر اس لئے حاصل کرتا ہو کہ اس نے اپنے ماں باپ کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟

ان دونوں میں کون سا شخص عبادت کا حق ادا کرنے میں آگے ہے؟ آیا وہ شخص جو اس لئے پاک صاف ہوا کہ اس نے یہ اچھی طرح جان لیا کہ طہارت حاصل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہی طہارت اللہ کے نبی ﷺ کا طریقہ اور حکم بھی ہے۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور رسول اللہ ﷺ کی سنتِ طاہرہ کی پیروی میں طہارت حاصل کرتا ہے......

یا دوسرا وہ شخص جو محض اپنے ہاں جاری رسم پوری کرنے کے لئے پاکیزگی اور صفائی پر کاربند ہے؟ تو جواب واضح ہے کہ پہلا شخص ہی اپنے عمل میں درست ہے جس نے علم

www.KitaboSunnat.com

وبصیرت پر اپنے ربّ کی عبادت کی۔

اگرچہ ظاہری طور پر دونوں کا عمل ایک جیسا ہے مگر دونوں حقیقت میں برابر نہیں، کیونکہ ایک کا عمل علم وبصیرت کی بنیاد پر ہے اور وہ اپنے اس عمل کی بنا پر اللہ عزوجل سے ثواب کی اُمید رکھتا اور آخرت میں حساب وکتاب سے ڈرتا بھی ہے اور ساتھ ہی وہ جانتا ہے کہ وہ اس عمل کی بجا آوری میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی بھی کررہا ہے۔

اورہم اسی نکتہ پر چند لمحے ٹھہرتے ہوئے یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا وضو کرتے وقت ہمیں اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ ہم حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدۃ:۶)

''اے اہل ایمان! جب نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو پہلے اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھولو اور اپنے سروں کا بھی مسح کرلو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔''

تو کیا ایک انسان وضو کرتے وقت یہ آیتِ کریمہ ذہن میں رکھتے ہوئے جانتا ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کررہا ہے؟ کیا وہ یہ شعور رکھتا ہے کہ یہ طریقۂ وضو رسول اللہ ﷺ کا ہے اور وہ یہ وضو رسول اللہؐ کی پیروی میں کررہا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی یقیناً 'ہاں' میں ہوگا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ اس بات کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ لہٰذا عبادات کی بجا آوری میں ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے اُنہیں ادا کریں تاکہ ایک تو ان عبادات میں ہماری نیک نیتی اور خلوص واضح اور ثابت ہوسکے، اور دوسرے یہ کہ ہم ان عبادات کو رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں بجالائیں۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ نیت (دل کا ارادہ) وضو کی شروط میں سے ہے۔ لیکن بسا اوقات اس نیت سے مراد 'عمل کی نیت' ہوتی ہے اور یہی وہ قسم ہے جس کے بارے میں 'علم فقہ' میں بحث کی جاتی ہے۔ اور بسا اوقات 'نیت' سے مراد عمل کی نیت نہیں بلکہ وہ 'ہستی' ہوتی ہے جس کے

www.KitaboSunnat.com

لئے وہ 'عمل' کیا جاتا ہے، اس وقت ہم پر لازم ہے کہ ہم اس بڑے اور حساس معاملے میں خبردار اور ہوشیار رہیں، اور وہ یہ ہے کہ ہم عبادت کرتے وقت یہ بات اچھی طرح سے اپنے مدنظر رکھیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا یہ حکم صرف اور صرف اسی ذات کے لئے خالص ہوکر ادا کررہے ہیں اور ساتھ ہی اپنے آپ کو یہ باور کراتے ہوئے کہ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے ادا فرمایا ہے، لہٰذا ہم آپؐ کی اتباع (اور پیروی) میں اسے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ اجروثواب کی خاطر کئے گئے عمل کے صحیح اور قبول ہونے کی شروط میں سے درج ذیل دو شرطیں قابل ذکر ہیں:

① اخلاصِ نیت ② متابعتِ رسولؐ (اطاعت و پیروی)

اور یہی وہ دوشرطیں ہیں جن کی موجودگی میں شہادتین «أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمّدًا رسول الله» ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بھی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' پر عمل ممکن ہے۔

یہاں سے ہم دوبارہ اپنے موضوع 'فضائل علم' کی جانب آتے ہیں، جیسا کہ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ علم کی بدولت انسان فہم اور بصیرت کی بنا پر اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہے، ایسے میں اس کا دل بندگئ ربّ سے سرشار اور اس کے انوار سے منور ہوتا ہے اور عبادت گزار یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک عادت نہیں بلکہ علم پر مبنی عبادت کا عمل ادا کررہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب انسان اس جذبے اور کیفیت میں نماز ادا کرے گا، تو دورانِ عبادت اس کے دل و دماغ میں اللہ جل شانہ کا یہ فرمان موجزن ہوگا کہ

﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾ (العنکبوت:۴۵)

''بے شک نماز بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے روکتی ہے۔''

☞ 'فضائل علم' کے بارے میں چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

① **علم انبیا علیہم السلام کی وراثت ہے:** انبیاے کرامؑ نے اپنے بعد والوں کو درہم و دینار کا نہیں بلکہ علم کا وارث بنایا ہے۔ تو جس شخص نے علم حاصل کیا، اس نے انبیا کی وراثت سے وافر حصہ پالیا۔ اے میرے مخاطب! تو اس وقت پندرھویں صدی ہجری میں ہے، اگر تیرا شمار

www.KitaboSunnat.com

اہل علم میں ہے تو جان لے کہ تو حضرت محمد ﷺ کا اصل وارث ہے اور یہ فضائل میں سے سب سے بڑی فضیلت ہے۔

② علم کو بقا اور مال کو فنا ہے: فقرا صحابہؓ میں سے ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ یہاں تک کہ آپؓ بھوک کی شدت سے غشی کی حالت میں نیچے گر پڑتے ہیں۔ ذرا بتایئے! ہمارے آج کے دور میں حضرت ابوہریرہؓ کا ذکرِ خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری وساری ہے کہ نہیں؟ یقیناً بہت زیادہ ہے، اور جو ان کی بیان کردہ احادیث سے فائدہ اُٹھائے گا، اس کا اجروثواب حضرت ابوہریرہؓ کو تاقیامت صدقۂ جاریہ کی صورت میں الگ ملے گا۔ تو معلوم ہوا کہ علم باقی رہتا ہے جبکہ مال فنا ہوجاتا ہے۔ اے علم کے طالب! علم کی دولت سے وابستہ رہ، اس بارے میں صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية او عمل ينتفع به أو ولد صالح يدعوله»[②]

''جب انسان مر جاتا ہے تو تین قسم کے اعمال کے سوا اس کے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں: ایک صدقۂ جاریہ کی صورت میں کوئی عمل، دوسرا کوئی ایسا علمی سرمایہ جس سے فائدہ اُٹھایا جائے اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے لئے دعاے خیر کرے۔''

③ عالم کو علم کی حفاظت میں تھکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا: اور یہ اس لئے کہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی سعادت سے بہرہ ور فرما دیا تو چونکہ اس کی اصل جگہ انسان کا دل و دماغ ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کسی صندوق یا چابی وغیرہ کی ضرورت نہیں، وہ انسان کے دل و دماغ میں پہلے سے محفوظ ہوتا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ آپ کا محافظ ہے اور وہ اللہ عزوجل کے حکم سے آپ کو ہر قسم کے خطرے سے بچاتا ہے۔ علم آپ کی پاسبانی کرتا ہے جبکہ مال کی آپ کو ہر لحظہ حفاظت کرنا پڑتی ہے، آپ اُسے تالے لگے صندوقوں میں بند کرکے رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود مطمئن نہیں ہو پاتے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم کو جتنا سکھایا جائے یعنی صرف کیا جائے، اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

② صحیح مسلم: کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته: رقم ۱۶۳۱

www.KitaboSunnat.com

④ **عالم کا شمار حق پر گواہی دینے والوں ہوتا ہے:** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾

''اللہ نے خود بھی اس بات کی گواہی دی ہے کہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی راستی اور انصاف کے ساتھ یہی گواہی دی ہے۔'' (آل عمران:۱۸)

تو کیا اللہ تعالیٰ نے آیت میں ﴿اولوا المال﴾ یعنی مال و دولت والوں کا ذکر کیا ہے؟ نہیں، بلکہ اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں ﴿وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾

''اہل علم نے بھی انصاف کے ساتھ اللہ کی واحدانیت کی گواہی دی ہے۔''

تو اے طالبِ علم! تیرے شرف و کمال کے لئے یہی بات کافی ہے کہ تیرا شمار اُن ہستیوں میں ہوتا ہے جو فرشتوں کی رفاقت میں اللہ عزوجل کی یکتائی کی گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔

⑤ **علما کا شمار مؤمنوں کے والیوں (ذمہ داروں) میں ہوتا ہے:** اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے والیوں (ذمہ داروں) کی اطاعت کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

''اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اُن والیوں کی بھی جو تم میں سے ہیں۔'' (النساء:۵۹)

یہاں آیتِ کریمہ میں 'اہل ایمان کے والیوں' میں، اُمرا، حکام، علمائے کرام اور علم کے طلبا سب شامل ہیں۔ اہل علم کی ولایت (سرپرستی) یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی شریعتِ طاہرہ کو بیان کریں اور لوگوں کو اس کی دعوت دیں، جبکہ اُمرا و حکام کی ولایت (سرپرستی) سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کی شریعتِ طاہرہ کو من وعن نافذ کریں اور لوگوں کو اس کا پابند بنائیں۔

⑥ **اہل علم ہی اللہ کے دین اور حکم کو قائم و دائم رکھنے والے ہیں:** اور ان کا یہ عمل قیامت تک جاری وساری رہے گا، اس کی دلیل حضرت معاویہؓ سے مروی یہ حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

---

③ صحیح بخاری: کتاب العلم: رقم ۷۱

www.KitaboSunnat.com

«من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وإنما أنا قاسم والله يعطي ولن تزال هذه الأمة قائمة على أمر الله لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله» ③

''جس شخص کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اُسے دین میں سمجھ دے دیتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ جل شانہ عطا کرنے والے ہیں، اور اس اُمت (کی ایک جماعت) ہمیشہ اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے گی اور قیامت بپا ہونے تک کوئی ان کا مخالف ان کو تکلیف (یا نقصان) نہیں دے سکے گا۔''

امام احمد بن حنبلؒ اس جماعت کے بارے میں کہتے ہیں کہ

''اگر یہ اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ ان کے علاوہ اور کون لوگ ہیں۔''

(صحیح سنن ابن ماجہ، زیر حدیث نمبر ۶)

قاضی عیاضؒ کا کہنا ہے: ان سے امام احمد بن حنبلؒ کی مراد اہل سنت اور وہ لوگ ہیں جو اہل حدیث کے مذہب پر ہیں: ومن يعتقد مذهب أهل الحديث (شرح نووی: ۶/۴۰۰)

⑦ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے دو نعمتوں کے علاوہ کسی کو کسی شخص پر رشک کرنے کی ترغیب نہیں دی اور وہ قابل رشک دو نعمتیں یہ ہیں:

۱) علم حاصل کرنا اور اس کے مطابق اس پر عمل کرنا۔

۲) تاجر شخص جو اپنے مال کو دین اسلام کی خدمت میں خرچ کرتا ہے۔ اور اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا حسد إلا في اثنتين رجل آتاه الله مالا فسلطه على هلكته في الحق ورجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويُعلِّمها» ④

''دو قسم کے آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال سے نوازا اور وہ اسے حق کی راہ میں لٹاتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (دینی علم) سے بہرہ ور فرمایا اور وہ اسی کے ساتھ فیصلے کرتا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

⑧ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

④ صحیح بخاری: کتاب العلم: ۷۳

www.KitaboSunnat.com

''جو ہدایت اور علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرکے مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس بارش کی ہے جو زمین پر برسے، تو زمین اچھی اور زرخیز ہوتی ہے، وہ پانی کو پی لیتی ہے اور گھاس اور سبزہ خوب اُگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ اس کو پیتے ہیں، اور اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں اور زراعت کو سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ بارش زمین کے دوسرے حصے کو پہنچی کہ جو بالکل چٹیل میدان ہے، جو نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی سبزہ اُگاتا ہے۔ فذلك مثل من فقه في دين الله ونَفَعَهٗ ما بَعَثَني الله به فَعَلِمَ وَعَلَّمَ پہلی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین میں فقیہ ہوجائے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا ہے، وہ اس کا فائدہ پہنچائے، اسے پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے اور دوسری مثال ہے اس شخص کی ہے جس سے اس کی طرف سر تک نہ اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔''[۵]

⑨ بلاشک علم کا حصول جنت کا راستہ ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ومن سلك طريقا يطلب فيه علمًا سهَّل الله له طريقًا إلى الجنة»[۶]

''جو شخص علم کی جستجو میں کسی راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے، اس کے لئے جنت کی طرف جانے کا راستہ آسان کردیتا ہے۔''

⑩ اور اسی ضمن میں حضرت معاویہؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «من يرد الله به خيرًا يفقّهه في الدين»[۷]

''جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں سمجھ دے دیتا ہے۔''

مطلب یہ کہ اسے اپنے دین کا عالم وفقیہ بنا دیتا ہے اور یہاں دین میں فقہ سے مراد، صرف وہی 'علم فقہ' نہیں جو اہل علم کے ہاں علم فقہ میں مخصوص شرعی وعملی احکام ہیں بلکہ یہاں اس کا مفہوم وسیع تر ہے جس سے مراد علم توحید، عقائد اور اللہ عزوجل کی شریعتِ طاہرہ سے

---

④ صحیح بخاری، کتاب العلم:۷۹

⑤ صحیح مسلم:کتاب الدعوات ، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن:۲۶۹۹

⑥ صحیح بخاری: باب العلم قبل القول والعمل...... صحیح مسلم: رقم ۴۸۶۷

www.KitaboSunnat.com

متعلقہ تمام مسائل وتفصیلات ہیں۔علم کے فضائل کے ضمن میں کتاب وسنت کے دلائل میں اس حدیث کے سوا کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو شرعی علوم اور ان میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب کے سلسلے میں یہی حدیث کافی تھی۔

⑪ بلا شک علم ایک ایسی روشنی ہے جس کے ذریعے انسان نورِبصیرت سے بہرہ ور ہوتے ہوئے اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کی کس طرح عبادت کرے، اور اس کے بندوں سے کیسے معاملات طے کرے، تو اس عملی تگ ودو میں اس کا ہر کام علم وبصیرت کی بنیاد پر طے پاتا اور پورا ہوتا ہے۔

⑫ صاحبِ علم ایک ایسا چراغ ہے کہ جس کی روشنی میں لوگ اپنے دینی ودنیوی کاموں کی انجام دہی کے لئے رہنمائی حاصل کرتے ہیں...... اور اس ضمن میں ہم میں بہت سے لوگ بنی اسرائیل کے اس شخص کا قصہ جانتے ہوں گے جس نے ننانوے قتل کئے اور بعدازاں اس نے زمین کے باسیوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے کے بارے میں پوچھا تو اسے ایک عبادت گزار شخص کے بارے میں بتایا گیا۔اس قاتل شخص نے صالح اور عابد سے پوچھا کہ آیا اس کی توبہ ممکن ہے؟ تو اس عبادت گزار شخص نے اسے بڑا بھاری گناہگار گردانتے ہوئے کہا کہ تیری توبہ ممکن نہیں، جس پر اُس شخص نے مایوس ہوکر اور غصے سے بھڑتے ہوئے اس عابد کو بھی قتل کردیا اور اس طرح ۱۰۰ قتل کی گنتی پوری کی۔

پھر وہ قاتل ایک صاحبِ علم کے پاس گیا اور اس سے وہی بات پوچھی تو اس عالم شخص نے اسے بتایا کہ اس کی سچی توبہ قبول ہوگی اور دنیا کی کوئی چیز اس کے اور توبہ کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ پھر اس نے اس قاتل کو سچی توبہ کے بعد نیکوکار لوگوں کی بستی کی طرف فوری طور پر چلے جانے کو کہا۔تو وہ شخص اسی وقت اس علاقے کی طرف چل پڑا جبکہ راستے ہی میں اُسے موت نے آلیا۔[۸] یہ پورا قصہ مشہور ومعروف اور صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

⑬ **اللہ تعالیٰ اہل علم کو دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں سربلند رکھتے ہیں:** آخرت میں اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے دین کی طرف دعوت وارشاد اور علم کے مطابق عمل کے مطابق بلند درجات

---

⑧ صحیح بخاری: کتاب الانبیاء، رقم: ۳۴۷۰

www.KitaboSunnat.com

سے نوازے گا اور دنیا میں بھی اللہ جل شانہ اپنے بندوں میں ان کی اقامتِ دین کے سلسلے میں محنت و کاوش کا صلہ و ثمرہ دیتے ہوئے اُنہیں امتیازی شان و مقام مرحمت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو علم سے نوازے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ (دونوں جہانوں میں) ان کے درجے بلند کرے گا۔'' (المجادلۃ:۱۱)

حصولِ علم کا حکم

شرعی علوم کو سیکھنا فرضِ کفایہ ہے اور جب کوئی شخص اس حد تک علم حاصل کرلے کہ وہ علاقے کے لوگوں کے لئے کافی ہو تو پھر دوسرے لوگوں کے لئے علم حاصل کرنا 'مستحب' ہے۔

البتہ بعض اوقات شرعی علم کا حصول انسان پر فرضِ عین ہوجاتا ہے، خاص طور پر جب کوئی عبادت جسے وہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، یا کوئی معاملہ جسے وہ نمٹانا چاہتا ہو، اور ان دونوں قسم کے اعمال کا انحصار اسی ایک شخص پر ہو تو ایسے حالات میں اس پر یہ واجب ہے کہ وہ پہلے اچھی طرح سے جان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا یہ عمل کیسے بجالائے، اور اس معاملے کو بھی کس طرح صحیح طریقے سے سرانجام دے گا اور اسکے سوا علم کی جو بھی صورت ہے وہ فرضِ کفایہ ہے۔

لہٰذا ایک طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ دورانِ تعلیم و تعلّم ہمہ وقت یہ بات اپنے پیش نظر رکھے کہ وہ ایک فرضِ کفایہ عمل کو ادا کررہا ہے، تاکہ وہ اس مبارک عمل، تحصیل علم کے ساتھ ساتھ ایک فرض کی ادائیگی کا اجر و ثواب بھی حاصل کرسکے۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ علم حاصل کرنا، افضل ترین اعمال میں سے ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور خاص طور پر ہمارے آج کے اس دور میں جہاں ایک طرف اسلامی معاشرے میں بدعات و خرافات کثرت سے پھیلتی اور بڑھتی چلی جارہی ہیں تو دوسری طرف بغیر علم کے صادر ہونے والے فتووں سے جہالت کا طوفان اُمڈتا چلا آرہا ہے اور رہی سہی کسر جہالت کے مارے ہوئے لوگوں کے درمیان کثرت سے ہونے والی بحث و تکرار اور لڑائی جھگڑے نے پوری کردی ہے۔

مذکورہ تینوں قسم کے مسائل کی بنا پر نوجوانانِ ملت ِاسلامیہ پر یہ لازمی ذمہ داری عائد

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتی ہے کہ وہ شرعی علوم کو حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

یہاں اہمیت وافادیت کے پیش نظر ان تین قسم کے اُمور کو بالترتیب دوبارہ ذکر کرتے ہیں:

① بدعات وخرافات کا ظہور جن کا شروفساد پھیلتا اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔

② بغیر علم کے دیئے گئے فتوؤں کی شہرت اوران پر کثرت سے لوگوں کا عمل پیرا ہونا۔

③ جہالت کے مارے ہوئے فریب خوردہ لوگوں کا ایسے شرعی مسائل میں کثرت سے بحث و تکرار اور جھگڑا و فساد جو اہل علم کے ہاں بسا اوقات واضح ہوتے ہیں لیکن کوئی علم سے عاری شخص آکر ان میں اختلاف کرتے ہوئے لوگوں کے درمیان جھگڑے وفساد کا طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔

اسی بنا پر ہمیں آج کے پُر آشوب دور میں ایسے علماے حق کی اشد ضرورت ہے جو علم میں وسعت کے ساتھ پختگی بھی رکھتے ہوں، اللہ کے دین کی صحیح سوجھ بوجھ کے حامل ہوں اور اللہ کے بندوں کی رہنمائی میں حد درجے کی حکمت ومصلحت کو بروئے کار لانے میں اُنہیں مہارتِ تامہ حاصل ہو۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ اب کسی بھی مسئلے کو حل کرنے میں سطحی نگاہ سے دیکھتے ہوئے دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی اصلاح وفلاح اور صحیح تربیت کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ جب وہ کسی بھی معاملے میں فتویٰ دیتے ہیں تو وہ مسلم معاشرے میں اتنے بڑے شروفساد کا باعث بنتا ہے کہ جس کی انتہا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ والعياذ بالله من ذلك

اس لئے صحیح اور پختہ شرعی علم جو کتاب وسنت کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے، اس کی تعلیم اور تفقہ حاصل کرنا اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ فی زمانہ اسلام ایک مظلوم مذہب بن چکا ہے، اور اس کے احکام وشعائر کو طنز وتضحیک کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ان حالات میں اللہ کے دین کی نصرت کے لئے کھڑے ہو جانا اور نبوت کی وراثت کو تھام لینا دنیا کی سب سے عظیم سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم کو صبر واستقامت اور اپنے علم کے مطابق عمل صالح کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

[شیخ محمد بن صالح عثیمین ؒ کی عربی تالیف

كتاب العلم کے پہلے باب کا ترجمہ]

www.KitaboSunnat.com